مولانا سید احمد رضا بجنوری

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا

علمی مقام

مولانا مرحوم سے میرا تعلق ۱۳۵۳ھ سے وقت وفات تک بہت قریبی رہا ہے، مولانا مرحوم ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے حضرت اقدس شاہ صاحب اور دیگر اکابر کے ساتھ جامعہ ڈابھیل چلے گئے تھے اور میں تکمیل وفراغت کے بعد ۱۳۴۷ھ میں تبلیغی کالج کرنال چلا گیا تھا، میں نے تین سال وہاں گزارے، اور مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈابھیل میں فراغت کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل فرمایا، پھر وہ ۱۳۴۸ھ میں حضرت مولانا مشیت اللہ بجنوری اور الحاج مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی افریقی رحمۃ اللہ علیہما کی معیت میں حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کے ساتھ کشمیر بھی گئے، اس سفر کے بعد مولانا بنوری مرحوم اپنے وطن پشاور چلے گئے اور وہیں اقامت کی۔

راقم الحروف کو مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۴۹ھ میں ڈابھیل بلایا اور حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کی سرپرستی میں ''مجلس علمی'' کی بنیاد ڈال کر اس کے کام احقر کے سپرد کر دیئے پھر کچھ عرصہ قیام کر کے وہ بھی افریقہ چلے گئے، یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ احقر کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت وصحبت کے لئے تقریباً اتنا ہی عرصہ میسر ہوا جتنا کہ میرے رفیق محترم مولانا بنوری مرحوم کو ملا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (۱۳۵۲ھ) کے بعد ''مجلس علمی'' کی سرپرستی ان کے جانشین علامہ محقق مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمائی، اس وقت احقر نے مولانا بنوری مرحوم ومغفور کو پشاور سے جامعہ ڈابھیل بلانے کی تحریک کی اور مہتمم صاحب جامعہ کی منظوری حاصل کر کے وہاں بلا لیا، موصوف نے درسی خدمات کے ساتھ مجلس علمی کے کاموں میں بھی میری اعانت وشرکت کی، حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی مکمل سوانح عمری اعلیٰ درجہ کی فصیح وبلیغ عربی میں تالیف کی جو مجلس سے اسی وقت شائع ہو گئی تھی۔ احقر

نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری یادداشتوں کو جمع کر کے ''مشکلات القرآن'' کو مرتب کیا اور اس کے حوالوں کی تخریج کی، مولانا بنوری مرحوم نے اس پر محققانہ مقدمہ ''یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن'' کے نام سے لکھا اور یہ کتاب بھی سفر مصر سے قبل شائع ہوگئی تھی۔

موصوف نے دوسری مستقل تحقیقی تالیف ''بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب'' تیار کی جو بعد میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہوئی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہی حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس علمی کی تحریک پر فیض الباری مرتب کی اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہ نے نصب الرایہ کی تصحیح وتحشیہ کی خدمت انجام دی، ان تینوں کتابوں کو لے کر احقر اور مولانا بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہ' حرمین شریفین ہوتے ہوئے مصر گئے اور وہاں نو دس ماہ رہ کر ان کو طبع کرایا، ساتھ ہی وہاں کے اکابر علماء کرام اور کتب خانوں سے استفادہ بھی کرتے رہے۔

دوران قیام مصر میں ہی چند روز کی فرصت نکال کر ہم دونوں استنبول بھی گئے اور وہاں کے تقریباً چالیس کتب خانوں میں حاضر ہو کر تفسیر، حدیث، رجال، اصول وغیرہ علوم کے نوادر مخطوطات کی یادداشتیں مرتب کر کے ساتھ لائے تھے۔

مصر سے واپس ہو کر یہ طے کیا گیا کہ مولانا بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہ' ''العرف الشذی'' پر کام کریں' تا کہ حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ' العزیز کے علوم وکمالات کو زیادہ سے زیادہ بہتر صورت میں نمایاں کیا جا سکے، لیکن مولانا مرحوم کی درسی خدمات میں بھی یوماً فیوماً اضافہ ہوتا جارہا تھا' اس لئے وہ زیادہ وقت نہ دے سکے' تا آنکہ ان کا ڈابھیل کے قیام کا دور ختم ہوگیا اور وہ پاکستان پہنچ گئے، ۱۹۴۷ء کے انقلاب وتقسیم کے بعد ایک مرتبہ پھر سے ہمارے اجتماع اور مجلس علمی کراچی میں ایک ساتھ کام کرنے کی صورت بننے والی تھی اور بانی مجلس نے خود کراچی پہنچ کر ہمیں جمع کیا اور آئندہ کام کے پلان بنانے کی کافی سعی کی' مگر تقدیر الٰہی غالب آئی، مولانا محمد بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کا ارادہ فرمالیا، مولانا بنوری مرحوم ومغفور نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی قائم کرنے کی تجویز کی، اور راقم الحروف نے ہندوستان واپس آنے کو پسند کیا۔ افسوس کہ اس طرح مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی پھر سے ہم تینوں کو مجلس سے وابستہ کرنے کی کوشش ناکام ہوگئی اور میری جگہ مولانا طاسین صاحب مجلس علمی کراچی کے مدیر ہوگئے۔

اب چند سالوں سے مولانا بنوری مرحوم کا اصرار تھا کہ میں پھر سے کراچی کا ارادہ کروں اور ''انوار الباری'' کی تکمیل بھی ان کے پاس ہی رہ کر کروں، اگر ایسا ہو سکتا تو ممکن تھا میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے مشاغل سے ہٹا کر ''معارف السنن'' کی تکمیل کرا دیتا مگر لا راد لقضائہ۔

مولانا کی صحت تیزی سے گرتی چلی گئی اور وہ ایک ساتھ درس، اہتمام اور تالیف کے کاموں کو نہ چلا سکے۔ پاکستان کے قیام میں مولانا مرحوم نے دوسری ملی، مذہبی اور سیاسی گرانقدر خدمات انجام دیں، ان کو وہاں کے دوسرے حضرات زیادہ بہتر اور تفصیل کے ساتھ لکھیں گے، میرا موضوع چونکہ ان کے اعلیٰ علمی مقام کی نشاندہی ہے، اس لئے اب اسی کی طرف آتا ہوں، و به نستعین۔

میرے نزدیک حضرت امام العصر علامہ کشمیری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے بڑے امتیازی اوصاف میں سے ان کا نہایت اعلیٰ علمی مقام ہی تھا، جس پر احقر نے اکتوبر ۱۹۷۷ء کے سرینگر سیمینار میں مقالہ بھی پڑھا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقام کو آپ کے درس حدیث اور آپ کی تالیفات قیمہ سے واقف حضرات بخوبی جانتے ہیں، اسی لئے اس دور کے اکابر اہل علم کا فیصلہ تھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس کے ایک ایک جملہ پر ایک ایک مستقل رسالہ لکھا جا سکتا ہے، اور آپ کے حدوث عالم والے چھوٹے سے رسالہ کو اسفار اربعہ جیسی عظیم و ضخیم تالیف پر ترجیح دی جاتی تھی، میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے صرف حضرت مولانا بنوری نور اللہ مرقدہٗ ہی اس مذکورہ وصف امتیازی کے لحاظ سے حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے صحیح جانشین تھے۔

میرے نزدیک علامہ کوثری اور علامہ اقبال کا یہ احساس مبالغہ سے خالی ہے کہ ''حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسا محقق پانچ سو سال کے اندر پیدا نہیں ہوا'' اور علامہ محدث علی حنبلی مصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی صحیح ہے کہ ''حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اس درجہ کا میں نے کوئی نہیں دیکھا جو امام بخاری، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن حزم اور شوکانی وغیرہم کے نظریات پر تنقیدی نظر و محاکمہ کر سکتا ہو اور ان حضرات کی جلالت قدر کا پورا لحاظ رکھ کر بحث و تحقیق کا حق ادا کر سکے۔''

سوچا جائے کہ ان حضرات یا دوسرے اکابر امت کے نظریات پر تنقیدی نظر و محاکمہ کرنے کے لئے کتنے بڑے وسیع علمی مطالعہ و حافظہ کی ضرورت تھی، اور آخری دور انحطاط میں اتنی طویل و وسیع مدت کے اکابر اہل علم کے علوم و تحقیقات کا پوری طرح کھوج لگانے والا اور پھر ان کے تفردات پر کھری اور ٹھوس، جرأت مندانہ تنقید کا حوصلہ کون کر سکتا تھا:

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

انوار الباری کے کام کے طفیل میں، اس وقت میری نظر خاص طور سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان محاکمات و تنقیدات عالیہ پر ہے، جن کی طرف انہوں نے اجمالی و تفصیلی اشارات کئے ہیں اور اس کے ساتھ رفیق محترم مولانا بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی معارف السنن اور دوسری تالیفات کے بھی ان مقامات پر

ہے جوانہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں قلم بند کئے اور احقاق حق بلاخوف لومۃ لائم کے بارے میں' میں ان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح وارث ماننے پر مجبور ہوں، اور مجھے یہ بات کہنے میں بڑی مسرت ہے کہ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس راہ میں جو قدم "نفحۃ العنبر" اور "یتیمۃ البیان" لکھنے کے وقت اٹھایا تھا وہ معارف السنن کی چھٹی جلد تک (جو غالباً آخری تالیف ہے) پوری استقامت کے ساتھ آگے بڑھتا گیا ہے' اولیائے کرام استقامت کو سب سے بڑی کرامت بتلاتے ہیں، اس لئے میں بھی اپنے رفیق محترم رحمۃ اللہ علیہ کی اس استقامت کو ان کی سب سے بڑی کرامت مانتا ہوں۔

میرے نہایت ہی عزیز رفیق محترم نے نفحۃ العنبر ص:۱۸۳ میں لکھا تھا:

"وكان رحمة الله عليه كثير الادب مع العلماء والسلف، محتاطاً فى التعقبات الخ" پھر نقل کیا:

"ثم صار ويدنى التعقبات والاستد راكات على جميع الاعيان والاعلام، فلم اغادر احدا الا ولى تعقبات على ابحاثهم الخ. ص ۱۸۳"

اس دور کے بعض حضرات مولانا بنوری مرحوم پر تشدد وخلافِ حکمت پسندی کا الزام دھرتے ہیں اور وہ بھول جاتے ہیں کہ خود حضرت امام العصر شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا طرز تحقیق وطریق احقاق حق کیا تھا، یہ لوگ حکمت پسندی اور مصلحتوں کے قائل ہیں' ان کو وہ مبارک ہو' ہم تو حضرت شاہ صاحب، حضرت تھانوی، اور حضرت بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہم کے طریقہ کو پسند کرتے ہیں:

وللناس فيما يعشقون مذاهب

میرے نزدیک اگر علماء کرام کے لئے مداہنت کسی طرح بھی جائز ہوتی اور مصلحت بینی کا طریقہ صواب ہوتا تو ہمارے حضرت شاہ صاحب اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہما تفردات اکابر کے خلاف برملا احقاق حق کو ضروری نہ سمجھتے، اور خاص طور سے موجودہ احوال وظروف میں' علامہ ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی وغیرہ کے تسامحات وتفردات پر نکیر نہ فرماتے، اور مولانا بنوری نور اللہ مرقدہ کو تو ان کے علماء واعیان نجدیہ سے علائق کثیرہ بھی نقدِ صحیح سے مانع نہ بن سکے، پھر آخر میں تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ، مودودی کے تسامحات پر بھی صبر نہ کر سکے، بہت کچھ لکھ گئے اور اس سے زیادہ لکھنا چاہتے تھے، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

اگر کبھی پھر وقت ملا تو اس اجمال کی تفصیل بھی کر دی جائے گی اور حوالوں کے ساتھ نشاندہی بھی کر دی جائے گی' اس وقت اسی عجالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيد نا محمد واله واصحابه اجمعين.